امتحانی مشق نمبر 2

سوال 1- تدریس اسلامیات میں ماڈلز کی اہمیت پر روشنی ڈالیں۔ (20)

سوال 2- پاکستان میں تدریس اسلامیات کے لیے موجود وسائل کی نشاندہی کریں نیز ہر ایک کا مختصر اور جامع تعارف لکھیں۔ (20)

سوال 3- اسلامیات پڑھانے کے لیے کھیل کود کیسے مددگار ہے؟ دلائل دیں (20)

سوال 4- تدریس اسلامیات میں والدین اور خاندان کے کردار پر روشنی ڈالیں۔ (20)

سوال 5- کثیر الانتخاب سوالات کا اسلامیات کی تدریس میں سے استعمال کیا جا سکتا ہے؟ مثالوں سے واضح کریں۔ (20)

ANS 01

یہ تھیوری بنیادی طور پر ہمارے مشاہدات پر اساس ہے کہ ہم (لوگ) کیسے سیکھتے ہیں۔یہ نظریہ کہتا ہے کہ لوگ دنیا کے متعلق اپنی فہم اور علم کو خود اپنے تجربات کی بنیاد پر تعمیر کرتے ہیں۔جب بھی ہمارا واسطہ کسی نئی چیز سے پڑتا ہے تو ہم اس کو اپنے پرانے تصورات اور تجربات کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس عمل کے دوران ہمیں اپنے بہت سارے پرانے تصورات کو بدلنا بھی پڑتا ہے۔کسی بھی طرح اپنی فہم کے سب سے اہم خالق ہم خود ہوتے ہیں۔اس کے حصول کے لیے لازم ہیں کہ ہم سوالات اٹھائیں ، وضاحتیں مانگیں اور حاصل کردہ علم کا جائزہ لیں۔

انکشافی تدریس کا فائدہ یہ ہے کہ اس کو کلاس میں بہت ساری اشکال میں لاگو کیا جا سکتا ہے۔ عمومی حالت میں یہ جس شکل میں لاگو ہوتا ہے اس میں طلبا کو سرگرمیوں یا روزمرہ کی زندگی کے مسائل حل کرنے کی طرف حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اس عمل کے دوران وہ خود علم کو تخلیق کرتے ہیں اور پھر ان پر سوچ بیچار کر کے نتائج اخذ کرتے ہیں۔ استاد کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ طالب علموں کے مشاہداتی علم کو زیرِ بحث لائے اور ان ہی کے اخذ کردہ نتائج کی مدد سے ان کے جوابات دے۔

استاد کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ طلبا کے سامنے سوالات رکھے جیسا کہ وہ اس بات کا جائزہ لیں کہ کس طرح ان کو کسی خاص سرگرمی یا تجربے سے فائدہ ہو رہا ہے۔اس طرح انکشافی تدریس میں طلبا بذاتِ خود ماہر علم بن جاتے ہیں جب کہ استاد کا کردار یہ رہ جاتا ہے کہ وہ ان سے تخلیقی قسم کے سوال پوچھے جس کے جواب طلبا خود سوچیں ۔

یہ طریقہ تدریس بنیادی طور پر پانچ اصولوں پر مبنی ہے۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

Downloaded From Tajassus.com

1. طالب علموں کے سامنے ایسے سوالات رکھے جائیں جو کہ پہلے سے پڑھائے گئے تصورات سے جڑے ہوں۔
2. اسباق کو بنیادی تصورات (Big Ideas)کے گرد پروان چڑھانا۔
3. طالب علموں کی رائے معلوم کرنا اور اسے اہمیت دینا۔
4. سبق کوطلباء کی ضرورت کو مدنظر رکھتے اس طرح ترتیب دینا کہ اس میں طالب علموں کے ذہنوں میں موجود غلط فہمیوں کا تدارک ہو سکے۔
5. طالب علموں کے حاصل کردہ علم کا جائزہ تدریس کے تناظر میں لیا جائے۔

ان اصولوں کو بظاہر پڑھ لینا ہی کافی نہیں ہے۔ ان کی تھوڑی سی وضاحت ناگزیر ہے۔

تعمیری طریقہ تدریس یہ کہتا ہے کہ یہ پانچ اصول کسی نہ کسی شکل میں سبق میں موجود ہونے چاہیے۔ یہ استاد پر منحصر ہے کہ وہ سبق کس طرح تیار کرتا ہے ۔ پہلا اصول یہ کہتا ہے کہ کوئی بھی سبق پڑھانے سے پہلے طالب علموں کے سامنے کچھ سوالات رکھے جائیں جو یا تو اس سبق سے متعلق ہوں جو پہلے سے پڑھائے جا چکے ہوں یا پھر کوئی ایسی سرگرمی کرائی جائے جو طالب علموں کی تمام تر توجہ اپنی طرف مبذول کرا لے اور وہ مکمل طور پر سبق میں غرق ہو جائیں۔ یہ اس سارے طریقہ تدریس کا ایک بہت ہی اہم نقطہ ہے اور اسے ہک (hook) کا نام دیا جاتا ہے۔ یعنی کوئی ایسا سوال یا سرگرمی (جو کسی تجربے یا کسی وڈیو کی شکل میں ہو سکتی ہے جو استاد کلاس میں طلبا کو دکھاتا ہے) جس سے طلبا کی اس سبق میں دلچسپی پیدا ہو جائے اور پھر اس موقع پر استاد ان کے سامنے اس سرگرمی کے متعلق کوئی سوال رکھے۔عمومی طور پر وقت گزرنے کے ساتھ طالب علموں کی دلچسپی لیکچر میں مانند پڑنے لگتی ہے۔ اس لیے بعض اوقات ایک ہک سے بات نہیں بنتی بلکہ استاد کو اس کے لیے پہلے سے تیار رہنا پڑتا ہے اور جب وہ کمرہ جماعت میں داخل ہو تو اس کے پاس سوالات یا کسی بھی صورت میں ایسی بہت ساری ہکس موجود ہونی چاہیے جو طالب علم کی عدم دلچسپی کے وقت استعمال کر کے ان کو لیکچر میں واپس لایا جا سکے۔

بالکل اُس آدمی کی طرح اُساتذہ کرام کوچاہئے کہ وہ کمرہ ء جماعت میں حسبِ ضرورت تدریسی تیکنیکس کواپنائیں اور موقع کی مناسبت سے بہترین حکمتِ عملی استعمال میں لاتے ہوئے اپنے تعلیم اہداف کے حصول کے لئے کوشاں رہیں۔ اس لئے شعبہءِ تدریس سے وابستہ افرادکے لئے مختلف طریقہ ہائے تدریس سے

Downloaded From Tajassus.com

واقفیت اور ان کے استعمال کی صلاحیت کاحصول انتہائی ضروری ہے۔
نصاب کے بنیادی عناصر میں سے ایک اہم عنصرطریقہ ہائے تدریس بھی ہے ۔ اساتذہءِ کرام کے لئے لازمی ہے کہ وہ روایتی طریقوں کے ساتھ ساتھ جدیدترین طریقہ ہائے تدریس کوبھی اپنائیں اورموقع کی مناسبت سے اپنی تدریسی حکمت عملی کوبروئے کارلائیں۔
مختلف مواقع پردرست طریقہءِ تدریس کا انتخاب اُستادکی صوابدیدپر ہے۔ کسی ایک موضوع کے لئے ایک طریقہ کارآمدثابت ہو سکتاہے تو دوسرے موضوع کیلئے دوسرا طریقہ موزوں ہوسکتاہے۔ ضروری نہیں کہ سب کوایک ہی لاٹھی سے ہانکا جائے۔چھوٹے اوربڑے بچوں کے لئے مختلف اوقات میں مختلف تدریسی حکمتِ عملیاں اختیار کی جاسکتی ہیں۔
ہمارے اساتذہ جدیدطریقہ ہائے تدریس کواپناکراپنی تدریس میں بہتری لاسکتے ہیں۔اسی سلسلے میں آج ہم THINK-PAIR-SAHRE کے بارے میں وضاحت کریں گے۔اساتذہءِ کرام تھوڑی سی توجہ کے ساتھ اس تیکنیک کو سمجھنے کی کوشش کریں گے تو ان شاء اللہ بہت آسانی سے اس تیکنیک کو تدریس کے عمل میں اپنانے کے قابل ہوجائیں گے۔
آج کل جدیدترین تدریسی تیکنیکس میں THINK-PAIR-SAHREکافی مشہورہے۔ THINK-PAIR-SAHREانگریزی زبان کے تین الفاظ کامجموعہ ہے۔ THINK کامطلب ہے سوچنا، PAIR کا مطلب جوڑا اورSHAREکامطلب بتانا اورگفتگوکرناہے ۔ THINK-PAIR-SAHRE اشتراکی تدریسی تیکنکس(COLLABORATIVE/COOPERATIVE) میں سے ایک ہے جوطلبہ کی تدریسی عمل میں شرکت کوبڑھاتی ہے اور یہ تدریسی حکمت عملی ہرعمر کے بچوں اورہرجماعت کے لئے مفید ہے۔
THINK-PAIR-SAHRE ایک سرگرمی ہے جوطلبہ کی سیکھنے کے عمل میں مددگارثابت ہوتی ہے۔اس تیکنیک کی بنیاداِس نظریئے پر ہے کہ تدریس کے عمل میں طلبہ کوسرگرمی کے ساتھ شامل کیاجائے تاکہ موئثر تدریس سرانجام پاسکے۔ جب طلبہ کو اپنے ہم جماعت افرادکے گروپ میں کام کرنے کاموقع ملتاہے تو اُس وقت وہ زیادہ انہماک کے ساتھ تدریسی عمل میں شامل ہوتے ہیں ۔
روایتی انداز میں اساتذہ کوطلبہ کی تعلیمی پیش رفت کاجائزہ لینے کے لئے بڑی محنت ومشقت سے کام لیناپڑتاہے۔ عام طورپر اس کام کے لئے تحریری ٹیسٹ

Downloaded From Tajasus.com

وغیرہ کااہتمام کیاجاتاہے ۔ ٹیسٹ کی جانچ پڑتال کے لئے اساتذہ کو بہت زیادہ وقت بھی صرف کرناپڑتاہے۔ THINK-PAIR-SAHREتیکنیک نے اساتذہ کی اس مشکل کوآسان کردیاہے۔اب اساتذہ کرام اس تیکنیک کے ذریعے طلبہ کی تعلیمی پیش رفت کاباآسانی اوربروقت جائزہ لے سکتے ہیں۔ یہ تیکنیک نئے موضوعات کے لئے بھی کارآمدثابت ہوسکتی ہے لیکن خاص طورپر یہ تیکنیک سابقہ پڑھائے گئے اسباق کا جائزہ لینے کیلئے بہت ہی مفید ہے بشرطیکہ اُستاد مہارت کے ساتھ اُسے پایہ ءِ تکمیل تک پہنچائے۔

۲

ذیل میں اس تیکنک کے مراحل بیان کئے جاتے ہیں تاکہ اساتذہ کرام آسانی سے اِسے اپناسکیں ۔

۱۔گروپ بندی:

سب سے پہلاقدم طلبہ کو مختلف گروپوں میں تقسیم کرنا ہے۔ استاد اس طرح کاگروپ بنائے جس میں طلبہ/طالبات کی تعدادجُفت ہو۔(گروپ چاریاچھ یاآٹھ طلبہ پرمشتمل ہو) اُستاد اپنے اپنے گروپ میں دودوطلبہ پرمشتمل جوڑے بھی بنادے۔طلبہ/طالبات کو اپنے ساتھی اور اپنے گروپ سے متعلق کوئی ابہام نہ رہے۔

۲۔ تفویضِ کار:

اب استاد طلبہ کوہدایات دیتے ہوئے کہے گا : کل جو سبق ہم نے اس جماعت میں پڑھاتھا اُس کے بارے میں اپنے اپنے ذہن میں سوچیں۔ اس دوران کوئی طالب علم کسی دوسرے ساتھی سے کوئی بات نہ کرے۔ اس موضوع کے بارے میں سوچنے کیلئے وقت ایک منٹ ہے۔

مقررہ وقت کے بعد استاد کہے گا : جوکچھ آپ نے اپنے ذہن میں سوچاتھااُس کے بارے میں اپنے اپنے ساتھی سے تبادلہ ءِ خیال کریں ۔ اس کام کے لئے آپ کے پاس پانچ منٹ ہیں۔

مقررہ وقت کے اختتام کے بعد استاد تمام طلبہ کوخاموش کرواکرنئی ہدایات دیتے ہوئے کہے: اب تمام طلبہ اپنے ساتھی سے تبادلہ کی گئی باتوں کو اپنے گروپ کے باقی ممبران کوبتائیں۔ ہر طالبِ علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے گروپ میں اپنی معلومات SHAREکرے۔ گروپ میں SHARINGکے لئے آپ کے پاس پندرہ منٹ ہیں۔

۳۔ جائزہ:

Downloaded From Kajassus.com

آخر میں طلبہ کی کارکردگی کاجائزہ لینے کے لئے اُستاد سوال جواب یا کسی دوسرے طریقے کواپنائے گا۔اس عمل کے لئے پِریڈکا بقیہ وقت صرف کیاجاسکتا ہے۔ جس گروپ کے تمام ممبران نے سرگرمی سے حصہ لیاہوگااُن کی کارکردگی دوسروں سے نمایاں ہوگی۔

اس تیکنیک کو THINK-PAIR-SAHREکے نام سے اس لئے جاناجاتاہے کہ اس میں طلبہ سب سے پہلے اکیلے THINKکرتے ہیں ،اس کے بعد اپنے PAIRسے گفتگوکرتے ہیں اورآخر میں اپنے گروپ سےSAHREکرتے ہیں۔ اس تیکنیک کاشمار COLLABORATIVE/COOPERATIVE تدریسی تیکنیکس میں ہوتاہے کیونکہ اس میں اپنے ساتھی اورگروپ کے ساتھ تبادلہء خیالات بھی کیاجاتاہے۔

اُستاد کاکردار:

اس سارے عمل کی نگرانی وربنمائی کاذمہ داراُستاد ہوگا۔ اُستاد ایک سہولت کنندہ کے طورپرکرداراداکرے گا۔ اگرکسی مرحلہ پر اُستاد نے غفلت یاکوتاہی سے کام لیاتوسارامعاملہ تلپٹ ہوکررَہ جائے گا اُستاد کسی بھی مرحلہ کے لئے دئیے گئے وقت میں حسب ضرورت کمی بیشی کرنے کااختیاررکھتاہے۔ اس سارے عمل میں سب سے اہم کام طلبہ کوہدایات جاری کرنا، ہرسرگرمی کے لئے مقرر کردہ وقت کوملحوظِ خاطررکھنا،طلبہ /طالبات کواپنے مقصدپرقائم رکھنے کے لئے چوکنا رہنا اور آخر پر جدیدطریقے استعمال میں لاتے ہوئے طلبہ کی کارکردگی کاجائزہ لینا ہے۔ بظاہریہ طریقہ تدریس مشکل نظرآتاہے لیکن ہے نہایت ہی دلچسپ اورآسان۔میں نے جب بھی اِس جدیدطریق کو جماعت میں اپنایاتو مجھے اِس کے اچھے نتائج حاصل ہوئے۔ میری تمام اساتذہ کرام سے گُزارش ہے کہ جدیددور کے تقاضوں کے مطابق اپنے طریقہ ہائے تدریس میں بہتری لائیں اور روایتی طریقوں کے ساتھ ساتھ جدیدطریقوں کو بھی اپنائیں اوراپنے کرداراورعمل سے ثابت کردکھائیں کہ آج کااُستادپہلے سے زیادہ اچھے طریقے سے ملک وقوم کی تعمیر وترقی کے عمل میں نمایاں کرداراداکررہاہے۔ اگرایساکرلیاجائے تویقین مانیں آج بھی اُستاد کووہی عزت واحترام حاصل ہوسکتا ہے جو ہمارے اسلاف کونصیب تھا۔ ہمارے اساتذہ کرام آج بھی اقبالؒ کے اِس قول کی عملی تصویر پیش کرسکتے ہیں:

شیخِ مکتب ہے اِک عمارت گر

جس کی صنعت ہے روحِ انسانی

Downloaded From Tajassus.com

ANS 02

علم ہی کی ذریعے دنیا و آخرت کی فوز و فلاح حاصل کی جاسکتی ہے۔علم کو نہ تو دولت و طاقت کے بل پر حا صل کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی وجاہت اور اقتدار کے ذریعے۔صرف تمناؤں اور آرزؤں کے ذریعہ بھی حصول علم ممکن نہیں ہے۔علم کا حصول ہر ایک کے بس کی بات بھی نہیں ہے۔ یہ دولت انھیں عطا کی جاتی ہے جو اس کی سچی طلب رکھتے ہیں اور اس کے حصول میں ہمہ تن مصروف و مشغول رہتے ہیں۔ علم کی ترقی اور استحکام میں مطالعہ کی اہمیت و افادیت مسلمہ ہے۔ مطالعہ علم کی فروانی اور افزائش کا ذریعہ ہے۔علمی ترقی و عروج کا راستہ مطالعہ و کتب بینی سے ہوکر ہی گزرتا ہے۔مطالعہ و کتب بینی کے بغیر علم میں نکھار و کمال ناممکن ہے۔مطالعہ کی عادت کے ذریعہ ہی طلبہ اپنی پوشیدہ صلاحیتوں اور علم و حکمت کے نوادرات کو اجاگر کر سکتے ہیں۔ہم سے پہلے کے زمانے کے طلبہ میں مطالعہ کا جو ذوق و شوق پایا جاتا تھااب وہ ناپید ہوتا دیکھائی دے رہا ہے۔سخت کوشی کے بجائے طلبہ تن آسانی کا شکار رہورہے ہیں ۔ہمارے اسلاف جو راہ علم میں تکالیف برداشت کرنے میں مشہور تھے آج ہمارے طلبہ سخت کوشی کے بجائے تن آسانی کو اپنائے ہوئے ہیں۔سخت کوشی اور مطالعہ کی کمی کے باعث ہمارے طلبہ زندگی کے بلند مقاصد سے نا واقف ہیں۔ان کا علمی تبحر اور دائرہ علم بہت ہی محدود ہوچکا ہے۔طلبہ اپنی قیمتی اوقات کو فضول تعلقات اور فضول گفتگو کی نذر کررہے ہیں۔لایعنی گفتگو اور لایعنی تعلقات ایک ایسا مرض ہے جو انسان کو کسی کام کا نہیں رکھتا۔طلبہ کتب بینی اور مطالعہ کو اپنے روزمرہ کا معمول بنالیں تاکہ ان میں علمی تازگی باقی رہے اور ان کے علم میں روز افزوں ترقی ہوسکے۔مطالعہ کو صلاحیتوں کی بیداری کا ایک اہم وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔کتب بینی اور مطالعہ نہ صرف طالب علموں کے لئے ضروری ہے بلکہ اساتذہ اور عام افراد کے لئے بھی کتب بینی اور مطالعہ نہایت ضروری ہے کیونکہ مطالعہ انسانی فکر و نظرمیں وسعت پیدا کرنے کا موجب ہے۔ہر زمانے میں کتاب کی اہمیت و افادیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ہمارے اسلاف نے کتابوں کو بہترین دوست مونس و غم خوار قرار دیا تھا۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا فرمان ہے'' میں نے قبر سے زیادہ واعظ ،کتاب سے زیادہ مخلص دوست اور تنہائی سے زیادہ بے ضرر ساتھی کوئی نہیں دیکھا۔'' حضرت ابوالعباسؒ کا قول ہے کہ ''کتابوں سے کسی فتنے اور بدمزگی کا اندیشہ نہیں ہوتا ،اور نہ

Downloaded From Tajassus.com

اس کی زبان اور ہاتھ سے کوئی خطرہ ہوتا ہے۔''فارسی کا ایک معروف قول ہے کہ ''ہم نشینی بہ از کتاب مخواہ کہ مصاحب بودگاہ و بے گاہ۔'')ترجمہ؛کتاب سے بہتر کوئی ہم نشین تلاش کرنا فضول ہے، یہ ہر موقع پر ہی ساتھی اور رفیق ہے۔''سکندر نے اپنے کتب خانے کو روحانی معالجہ کا نام دے رکھا تھا۔کارلائل کے مطابق''کتاب دماغ کے لئے ایسی ہی ضروری ہے ،جیسے جسم کے لئے غذا ضروری ہے۔''مطالعہ کے لئے کتاب ضروری ہے اور کتاب وہ واحد ذریعہ ہے جو حصول علم میں کلیدی کردار کی حامل ہے۔آج کا دور معلومات کے حساب سے (Kknowledge Explosion)علمی انفجار کا دور ہے۔معلومات کا ایک سیل رواں ہے جو کہ امڈتا چلاآرہاہے۔کتب خانو ں کی شکل آج کسی قدر تبدیل ہوچکی ہے۔ موبائل فون،انٹرنیٹ،شوشل میڈیا ،معلومات کی ترسیل کے اہم ذرائع تصور کیئے جار ہے ہیں۔اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اس سیل رواں سے کیسے بچ سکتے ہیں اور کس قدر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔معلومات کے اس امڈتے سیلاب سے بچاؤ کا مطلب ہے کہ ہمیں کیا اور کتنا پڑھنا ہے اور کونسے مطالعے سے اجتناب کی ضرورت ہے۔ محمد بشیر جمعہ اپنی کتاب شاہراہ زندگی پر کامیابی کا سفر میں رقم طراز ہیں کہ ایک صاحب اپنے ذوق مطالعہ کی تسکین کے لئے ٹیلی فون ڈائریکٹری پڑھتے رہتے تھے۔کیا ٹیلی فون ڈائریکٹری کا مطالعہ ذوق کی تسکین ہے یا پھر تضیع اوقات ۔اس ضمن میں اسلاف کا قول نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر آپ صاحب مال نہیں ہیں تو زکوۃ کا علم آپ کے لئے ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ بھی تضیع اوقات میں سے ایک ہے۔ معلومات کے اس سیلاب سے فائدہ اس وقت حاصل کیاجا سکتا ہے جب طلبہ میں یہ شعور جاگزیں ہوجائے کہ انھیں کیا اور کتنا پڑھنا چاہئے تاکہ وقت ضرورت وہ ان سے فائد اٹھا سکیں۔مطالعہ ایک فن ہے۔اس فن سے واقفیت تعلیمی سفر کو آسان اور کامیاب بنا دیتی ہے۔جو طلبہ طالعہ کے فن سے آگہی نہیں رکھتے ہیں باوجودسخت محنت کے بھی ان کی کارکردگی تسلی بخش نہیں ہوتی ہے۔بہتر تعلیمی کارکردگی کے لئے طلبہ کو فن مطالعہ کے زرین اصولوں سے متصف کرنا ضروری ہے تاکہ وہ کم وقت اور تھوڑی محنت سے بہتر اور نمایا ں کامیابی حاصل کرسکیں۔

مطالعہ کے بنیادی اصول؛۔مطالعہ کے چند اصول ہوتے ہیں ان اصولوں پر عمل پیر ا ہوکر مطالعہ کو سود مند اور تضیع اوقات سے پا ک بنایا جاسکتا ہے۔۔مطالعہ کے تعلق سے اس بات کا علم ضروری ہے کہ ہمیں کیا پڑھنا ہے، کیوں پڑھنا ہے اور

Downloaded From Tajassus.com

کیسے پڑھنا ہے ۔انھیں عناصر کو مطالعے کے اصول کہا جاتا ہے۔کن کتب کا مطالعہ کیا جائے:۔ ہر چھپا ہوا مواد مطالعے کے لائق نہیں ہوتا۔تمام چھپے ہوئے مواد یا کتابوں کے مطالعے کی ہماری مصروف زندگی اجازت بھی نہیں دیتی۔کتابوں اور مواد کے انتخاب میں ازحد احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔کتاب کے انتخاب کے دوران اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ کتاب غیر ضروری نہ ہو اور اسکول و کالج کے طلبہ کے لئے یہ پابندی بھی ضروری ہے کہ وہ کتاب غیر نصابی بھی نہ ہو۔غیر نصابی کتب کا مطالعہ فارغ اوقات میں کریں ۔ غیر نصابی مواد کے مطالعے کے وقت خیا ل رہے کہ اس سے تعلیمی سرگرمیوں اور کارکردگی میں کوئی حرج واقع نہ ہو۔غیر نصابی کتب کے مطالعہ میں ہمیشہ معتبر اور مستند مصنفین کی کتب کا ہی مطالعہ کریں تاکہ مسائل میں الجھنے سے کماحقہ بچا جا سکے۔مطالعہ میں احتیاط لازمی ہے ۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو توریت جیسی آسمانی کتاب کے مطالعہ سے منع فرماکر ہماری توجہ اسی جانب مبذول کروائی ہے۔طلبہ کے لئے کتابوں اور مطالعہ کے مواد کے انتخاب میں اساتذہ کی رہنمائی بہت ضروری ہے۔ مطالعہ کیوں کیا جائے:۔علم کامطلوب و مقصود رضاء الہی کا حصول ہے۔مطالعہ علم کے اضافے کا باعث ہوتا ہے۔اسی لئے مطالعہ بھی رضائے الہی کے لئے کیاجائے۔مطالعہ اورحصول علم کے مقصد کی اہمیت کو اجاگر کرنے والاامام الغزالی کا واقعہ سنہری الفاظ میں لکھے جانے کے لائق ہے۔ نظام الدین طوسی وزیر اعظم شاہ سلجوق نے اپنے ذاتی مصارف سے ایک مہتم بالشان عظیم مدرسہ جامعہ نظامیہ بغداد کا 459 ہجری مطابق1066 میں قیام عمل میں لایا ۔ زرکثیر خرچ کرنے کے بعد جب اس مدرسے نے اپنی تعلیمی خدمات انجام دینے شروع کی تب نظام الدین طوسی نے اس کے معائنے کا ارادہ کیا۔نظام الدین طوسی جب مدرسے نظامیہ تشریف لے جاتے ہیں اور طلبہ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے علم حاصل کرنے کا مقصد کیا ہے۔ایک طالب علم کہتا ہے کہ اس کے والد بادشاہ کے وزیر ہیں ان کے بعد وہ عہدہ اسی کو ملے گا اسی لئے وہ علم حاسل کر رہاہے ۔دوسرا جواب دیتا ہے کہ اس کا والد بادشاہ کی فوج کا سپہ سالار ہے اس کے باپ کے بعد یہ عہدہ اسے ہی ملے گا اسی لئے وہ علم حاصل کر رہا ہے۔الغرض طلبہ کے جوابات سے نظام الدین طوسی کو بہت رنج ہوا اور وہ مایوس اور دلگیر جب مدرسے سے لوٹ رہاتھا تو دیکھتا ہے کہ ایک طالب علم مشعل کی روشنی

Downloaded From Tajassus.com

میں مدرسے کے کوریڈور میں مطالعہ میں مشغول ہے۔نظام الدین طوسی لڑکے کے قریب پہنچ کر سوال کرتا ہے کہ وہ علم کیوں حاصل کر رہا ہے۔لڑکا جواب دیتا ہے کہ وہ علم اس لئے حاصل کررہا ہے کہ ان باتوں کا علم حاصل کرلوں جس سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوجائے اور ان باتوں سے خود کو روک لوں جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔نظام الدین طوسی بچے کے جواب سے بہت متاثر ہوتا ہے اور رنج و تردد اس کے دل سے دور ہوجاتا ہے ۔یہ لڑکا جس نے علم کے حصول کے نہایت پاکیزہ مقصدکو ظاہرکیا ،دنیائے علم آج اسے امام الغزالی کے نام سے یاد کرتی ہے۔جب مقاصد اعلی و ارفع ہوں گے تب کامیابی بھی اتنی ہی شاندار ہوگی۔اسی لئے مطالعہ کا مقصد حصول علم توہونا ہی چاہئے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان باتوں کا علم بھی ہونا چا ہئے جو اپنی ذات اور دنیا کے لئے نافع ہو۔ لایعنی کتب کا مطالعہ وقت کو برباد کرنا ہے۔ا س سے فائدہ تو کجا نقصان بہت زیادہ ہوں گے۔

ANS 03

عام طورپر یہ سمجھاجاتا ہے کہ استاد کا کام صرف تعلیم دینا ہوتا ہے ا ور تربیت کرنا والدین کا فرض ہے،لیکن حقیقت یہ ہے کہ تعلیم اور تربیت دو مختلف چیزیں نہیں، جدید تعلیمی نفسیات نے دونوں کو کچھ اس طور پر یکجا کیا ہے کہ تعلیم بغیر تربیت کے اور تربیت بغیر تعلیم کے اپنا کوئی مقام نہیں رکھتی۔ اساتذہ اوروالدین کا باہمی رابطہ اوران کی گاہےبہ گاہے ملاقاتیں دونوں کے لیے انتہائی ضروری ہیں۔ والدین کے لیے تو اس واسطے کہ وہ بچے کی سکول کی مصروفیات، اس کی تعلیمی ترقی ،کھیل کے میدان میں اس کی کار گزاریوں نیز ساتھیوں اور دوستوں کے ساتھ اس کے روابط سے واقف ہوسکیں اور اساتذہ کے واسطے اس لیے کہ وہ بچے کو مکمل طور پر سمجھ سکیں اور اس کی نجی زندگی کا کوئی رخ ان سے پوشیدہ نہ رہے۔

والدین استاد کو گھر میں بچے کے رویے ،اس کے مزاجی رجحانات ،اس کی عادات اور اس کی پسند و ناپسند کے بارے میں بہت کچھ بتاسکتے ہیں۔ گھر میں ہونے والے مختلف واقعات و حالات اور حادثات بچے کی جذباتی زندگی پر گہرا اثر چھوڑتے ہیں،استاد کا ان سب سے باخبر رہنا نہایت ضروری ہے۔ اساتذہ اور والدین کا باہمی ربط اس لیے بھی بے حد ضروری ہے کہ والدین بچے کا بہت قریبی علم رکھتے ہیں اور اساتذہ بچوں کی نفسیات کے بارے میں ماہرانہ علم

Downloaded From Tajassus.com

رکھتے ہیں لہٰذا دونوں فریقوں کے ملنے اور تبادلہ خیال کرنے سے ایسے نتائج مرتب ہوسکتے ہیں جو بچے کی زندگی پر خوشگوار اثر ڈالیں اور جن سے بچے کے لیے مفید رہنمائی حاصل ہوسکے۔استاد اور والدین دونوں کے پیش نظر ایک ہی مقصد ہوتا ہے اور وہ ہے:بچہ اور اس کی بہبود، پس جب دونوں ایک ہی مقصد کے لیے کام کرتے ہیں تو اگر ان میں اشتراک و تعاون ہو، وہ ایک دوسرے سے ملتے رہیں، ایک دوسرے کے نظریات اور ایک دوسرے کی مشکلات کا علم رکھیں تو یہ کام یقیناً زیادہ احسن طریق پر انجام پاسکتا ہے۔

استاد کا سب سے بڑا اور سب سے مقدس فرض یہ ہے کہ وہ بچے کو زندگی کر کڑے امتحان کے لیے تیار کرے۔ اس کے لیے نہایت ضروری ہے کہ بچے کی علمی زندگی کے ساتھ ساتھ اس کی عملی زندگی پر بھی نظر رکھی جاے جس کے لیے اساتذہ کو والدین کی مد د اور ان کے اشتراک و تعاون اور ان کے ساتھ رابطہ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سکول میں اساتذہ بہت تھوڑے وقت کے لیے بچوں سے ملتے ہیں جس کےباعث بچے استاد سے مکمل طور پر بے تکلف نہیں ہوپاتےلہٰذا ان کی پوری زندگی استاد کے سامنے بے نقاب نہیں ہوسکتی۔ اس کے مقابلے میں بچہ گھر میں پورے طور پر آزاد ہوتا ہے اوروالدین کے سامنے اُس کی پوری زندگی ایک کھلی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

بچے کے گروہی جبلت کی تربیت: موجودہ دور میں تعلیم اور اس کا مقصد ہی بچے کی تمام صلاحیتوں کی تربیت اور اس کی کل جبلتوں کی تسکین یعنی اس کی بھرپور نشوونما ہے۔

بچے کی گروہی جبلت گھر میں بھی ظاہر ہوتی ہے لیکن زیادہ نمایاں سکول میں ہوتی ہے۔ سکول میں جب بچے کو بہت سے ہم جولی اور ہم عصر کھیلنے کے لیے ملتے ہیں تو استاد کو بچوں کی بھاری تعداد کو کنٹرول کرناپڑتا ہے۔ استاد کو اس موقع پر بچوں کی گروہی جبلت سے فائدہ اٹھانا چاہیے ۔ بچے بہت کچھ آپس میں بھی ایک دوسرے سے سیکھتے ہیں، مل بانٹ کر کھانا ،کسی کا حق نہ مارنا،خراب حالات میں ایک دوسرے کا ساتھ دینا،گروپ سپرٹ اور اپنی پارٹی کے لے کام کرنا یہ سب وہ باتیں ہیں جو بچے کی گروہی جبلت کی تربیت میں آجاتی ہیں۔ بچے جو کھیل کھیلتے ہیں ان میں اپنی اسی جبلت کا مظاہرہ کرتے ہیں آپ کا ننھا بیٹا اور پڑوس کی چھوٹی بچی جب تک اپنے اپنے والدین کے پاس

Downloaded From Tajassus.com

اپنے گھروں میں ہیں تو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ،جو ذرا ذرا سی چیز کے لیے اپنے امی اور ابو کو تنگ کرتے ا ور گھر میں شرارتیں کرتے رہتے ہیں لیکن جوں ہی یہ دونوں تنہائی میں کہیں بیٹھ کر کھیلنے لگتے ہیں تو وہی ننھی بچی جھٹ سمجھدار خاتون خانہ بن بیٹھتی ہیں اور ننھے بیٹے بردبار صاحب خانہ۔ اب گڑیا اور گڈے وہ رول ادا کرتے ہیں اور کنکریوں سے چھوٹی چھوٹی دیواریں اور باڑھیں سی بنا کر گھر کی تشکیل کرلی جاتی ہیں ۔اب کھیل ہورہا ہے،پہروں دونوں لگے رہتے ہیں یہ ننھا جوڑا کبھی کبھی سیر سپاٹے کو بھی جاتا ہے اور کھیل کھیل میں بازار جاکر خریدوفروخت بھی ہوتی ہیں یا یہ کھیل موقوف کرکے جھٹ سے دونوں نیا روپ دھارلیتے ہیں، اب ننھے میاں بڑے بھائی جان بن جاتے ہیں اور ننھی بچی منی آپا، بھائی جان اور منی آپا کی لڑائی کی نقل کی جاتی ہے۔بھائی جان کی کوئی کتاب منی آپا کی سہیلی لے جاتی ہیں اور واپس نہیں کرتیں جس پر بھائی جان منی آپا کو ڈانٹتے ہیں۔ سب سے پر لطف منظر تو تب ہوتا ہے جب یہ ننھے نقال دادا ابا اور دادی اماں کی بولنے اور کھانے پینے کی نقلیں کرتے ہیں،ایسے بوڑھے بن کے دکھائیں گے گویانہ منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت۔

انسان ایک سماجی حیوان ہے مل جل کر رہنا اس کی فطرت میں ہے۔ انسان کی معاشرتی زندگی بہت پہلے شروع ہوئی اور اس کا آغاز اسی وقت ہوگیا تھا جب انسان نے آنکھ کھول کر یہ دیکھا تھا کہ وہ انفرادی طور پرآفات ارضی و سماہی سے نپٹنے کے قابل نہیں ہے۔انسان کی گروہی جبلت نے اسے سمجھایا کہ تنہا رہنے میں نقصان اور مل جل کر رہنے میں فائدہ ہے اور یوں معاشروں کی تشکیل ہوئی۔انسان جس معاشرے کا بھی فرد ہوتا ہے اس پر معاشرے کی جانب سے کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں ،اسی طرح معاشرے پر انسان کے کچھ حقوق بھی ہوتے ہیں۔انسان اگر ایک اچھا شہری ہے تووہ ان حقوق و فرائض کو بخوبی سمجھتا اور ان کو پورا کرتا ہے، اگر نہیں تو وہ معاشرتی زندگی میں درست طرز عمل اور چلن کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ والدین اوراساتذہ کے مقدس فرائض میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ بچوں کو معاشرتی زندگی کا درست تصور دیں اور ا نہیں معاشرے کا احترام کرنا سکھائیں۔ ہمارے کچھ افعال تو محض انفرادی ہوتے ہیں لیکن کچھ کا اثر بالواسطہ یا بلاواسطہ ہمارے ارد گرد کے لوگوں پر پڑتا ہے، یعنی ہمارے بعض افعال اجتماعی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ سماجی نفسیات

Downloaded From Tajassus.com

اس چیز کی متقاضی ہے کہ بچے کی گروہی جبلت کی درست تربیت کی جائے تاکہ وہ اپنے اردگرد کی دنیا کے ساتھ صحیح طریقے پر ہم آہنگ ہوسکے اور بڑا ہوکر ایک کامیاب شہری بن سکے۔

ANS 04

اسلام خاندان کا وسیع ترین تصو ررکھتا ہے۔ ایک مسلم خاندان میں صرف میاں بیوی اور بچے ہی شامل نہیں ہوتے بلکہ دادا ، دادی ، نانا ، نانی ، چچا ، چچی ، پھوپھیاں ، ماموں ، خالہ وغیرہ بھی شامل ہوتے ہیں ۔

اسلام ایسے خاندان کا ایک تصور پیش کرتا ہے جو حقوق و فرائض اور خلوص و محبت ، ایثار و قربانی کے اعلیٰ ترین قلبی احساسات اور جذبات کی مضبوط ڈوریوں سے بندھا ہوا ہو ۔ اسلام خاندان سے بننے والے معاشرے کے جملہ معاملات کی اساس اخلاق کو بناتا ہے ۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’ اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے تمہارا جوڑاپیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں‘‘۔(النساء:۱)

سورہ الحجرات میں اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے :

’’ اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو‘‘۔(الحجرات:۱۳)

اسلام کے نزدیک معاشرے کا بنیادی ادارہ خاندان ہے جس کی بہتری ، بھلائی اورابتری اور بربادی پر معاشرے کی حالت کا انحصار ہوتا ہے ۔اسلام نے خاندان کی طرف خصوصی توجہ دی ہے تاکہ اس ادارے کو مضبوط سے مضبوط بنایا جائے اور ایک مضبوط، صالح اور فلاحی معاشرے کا قیام وجود میں آئے جو انفرادی و اجتماعی حقوق و فرائض کے تحفظ کی ضمانت فراہم کرے ۔

اسلام خاندان کی بنیاد پاکیزہ اور مستحکم رکھنے کا حکم دیتا ہے اسلام دین فطرت ہے ۔ چنانچہ اسلامی خاندانی اصولوں ، قوانین و ضوابط اور اقدار میں اس بات کو قطعی فراموش نہیکیا گیا کہ بحیثیت انسان اس کی فطری خواہشات اور ضروریا ت کیا ہیں کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا ہے چنانچہ وہی جانتا ہے کہ اس کے لیے اس کی فطرت ، جبلت اور ضرورت کے مطابق کیا چیز ہو سکتی ہے ۔ انسان کے اندر پایا جانے والا صنفی میلان انسانی بقاء اور نسل انسانی کے فروغ کے لیے انتہائی ضروری ہے اور اس صنفی میلان کے حوالے سے وہ با اختیار ہے کہ ایسے طریقے اختیار کرے جو خاندان کے استحکام کا باعث ہوں یا انتشار کا موجب ہوں ۔

Downloaded From Tajassus.com

اسلام فرد کو اہمیت دیتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ خاندان کو اور خاندانوں کے باہمی اشتراک سے پیدا ہونے والے قبیلے اوربرادری کو اور قبائل اور برادریوں سے تشکیل پانے والی قوم یا امت کوبھی اہمیت دیتا ہے - معاشرے کے ہر دائرے کے حقوق کا تحفظ اور فرائض کا تعین کرتا ہے یوں اسلامی معاشرے میں ہر اکائی کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہوتی ہے - انسانی زندگی فرد سے شروع ہو کر لہر در لہر پھیلتی چلی جایت ہے ایک دائرے سے دوسرا پیدا ہوتا ہے اور بالآخر اسلام کا دائرہ یا امت مسلمہ کا دائرہ سب دائروں پر محیط ہو جاتا ہے جس کی وضاحت اس طرح کی جا سکتی ہے :

(1) فرد

(2) گھر

(3) معاشرہ

(4) امت مسلمہ

خاندان یا کنبے کا مفہوم اگرچہ کافی وسیع معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے یہاں تک کہ اس میں گھر کے خادم ، نوکر وغیرہ بھی شامل ہو سکتے ہیں - لیکن بنیادی طور پر کنبہ میاں بیوی اور اولاد پر مشتمل ہوتا ہے یہی مفہوم ساری دنیا میں لیا جاتا ہے - اس لیے خانگی زندگی پہ جب بحث کی جاتی ہے تو اس کے اراکین شوہر ، بیوی اور اولاد ہی سمجھتے جاتے ہیں - اسلامی نقطہ نظر سے خاندان کے مقاصدبہت بلند اور اہم ہیں اس لیے رسول اکرم ؐ نے اسے نصف دین قرار دیا ہے -

ہرمسلمان کو نیکی کی ابتداء اپنے گھر سے کرنے کی ہدایت ہے اور اہل خانہ کو قرآن میں بھی ''اہل'' کے نام سے پکارا گیا ہے - چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے -

'' اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم دیتے رہو اور خود بھی اس پر قائم رہو ''(۲)

ایک اور جگہ ارشادہوا -

'' اے ایمان والو! خود کو اور اپنے اہل خانہ کو آگ سے بچائو''-(۳)

حضور اکرم ؐ کی یہ حدیث مبارکہ اہل خانہ سے متعلق ایک مسلمان کی ذمہ داریوں اور خاندان کی اسلام میں اہمیت کو بڑی صراحت سے واضح کرتی ہے - حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول ؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ '' تم میں سے ہر شخص نگہبان اور ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کے زیر کفالت و زیر نگرانی افراد سے متعلق پوچھ گچھ ہوگی - امام بھی راعی ہے اور ذمہ دار ہے - اور یہ کہ اس سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہو گی - آدمی بھی اپنے گھر کا حاکم ہے اور اس سے بھی زیر دست

Downloaded From Tajassus.com

افراد کے متعلق سوال ہو گا - عورت بھی اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے - اس سے بھی اس کے زیر نگرانی امور کے بارے میں باز پرس ہوگی - ''(بخاری و مسلم)

''نکاح'' خاندان کی بنیاد کا اسلامی طریقہ کار

اسلام نے نکاح کو خاندان کی بنیاد بنایا ہے - اسلام نے بد کاری کو حرام اورنکاح کو پسندیدہ قرار دیاہے - کیونکہ اسلام ایک خاندان کو مضبوط بنیادیں فراہم کرنا چاہتا ہے - اسلام کی رو سے خاندان کی مضبوط بنیاد نکاح کے ذریعے پڑتی ہے - چنانچہ وہ اس بنیاد کو خالصتاً خلوص ، محبت ، پاکیزگی ، دیانتداری اور مضبوط معاہدے جیسے ٹھوس مادے سے ڈالنے کا حکم دیتا ہے .

سورہ روم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے -

'' اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے خود تم ہی میں سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی ہے ''-(۴)

اسلام کی رو سے کسی قوم کی بقاء و سلامتی نکاح جیسے پاکیزہ بندھن کی مرہون منت ہے -

ANS 05

اسی امر کے پیش نظر اللہ رب العزت نے انسانو ں کی رہنمائی و رہبری کی خاطر انبیاء کرام کو اپنا پیغام دیکر کائنات میں بھیجا تاکہ وہ انسانوں کو صحیح و غلط میں موجود فرق کے بارے میں آگاہ کریں تاکہ حجت تام ہوجائے کہ اگر انسان برے راستے کو چاہتے ہوئے اختیار کرتاہے تو اس کے نتیجہ میں سزاکا مستحق قرار پائے اور اگر درست اور نیک کاموں پر عمل کرلے اور خیر کے راستے پر چل پڑے تو اس کو انعام و اکرام کے ساتھ جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہونے کااعزاز دیا جائے۔انبیاء کرام کی دعوت و رسالت کا لب لباب یہی ہی تھا کہ وہ لوگوں کو تذکیر و یاددہانی کرواتے تھے کہ عالم ارواح میں رب کے ساتھ کیا جانے والے عہد کسی صورت ٹوٹنے نہ پائے۔

انبیاء کی بعثت کا سلسلہ نبی مکرم ؐپر مکمل ہوا۔آپ کے بعد چونکہ کسی نبی نے نہیں آنا اس لئے آپ ؐپر اسلام کی دعوت کو ختم کردیا اب آپ ؐکے بعد آپ کی امت کے کندھوں پر یہ بشیر و نذیر کی ذمہ داری آن پڑی کہ وہ اس کو تاروز محشرانجام دیں۔بشیر و نذیر کے فریضہ و منصب کو نبھانے کے لئے ضروری و لازم تھا اور ہے کہ داعی کے پاس دین کا کافی و شافی ذخیرہ معلومات ہونا چاہیے ۔جس کے لئے لازمی ہے کہ ملت اسلامیہ کے داعی علم کی شمع سے قلوب

Downloaded From Tajassus.com

و اذہان کو معطر کریں۔دین اسلام نے ابتداہی سے علم کی اہمیت و افادیت کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اس کے ماخذ و مصادر اور اس کے دائرہ کار کا بھی پہلی وحی میں تعین کردیا گیا۔جس کا بامحاورہ ترجمہ و مفہوم کچھ یوں ہے"تو پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیداکیا،پیداکیا انسان کو لوتھڑے سے ،تو پڑھ عزت و کرم والے رب کے نام سے،وہ جس نے تعلیم دی قلم کے ذریعہ سے ،سکھایا انسان کو وہ علم جسے وہ پہلے نہیں جانتاتھا"سورہ علق کی یہ پہلی پانچ آیات ہی قرآن کا پہلا و اساسی پیغام و دعوت ہے۔مولانا ابولحسن علی ندوی فرماتے ہیں کہ ان آیات میں یہ واضح کردیا گیا کہ علم اور مسلمان کاچولی دامن کا ساتھ ہے کہ وہ اسکے بغیرسماج میں پنپ نہیں سکتا،علم سکھے بغیروہ ترقی وکامرانی کی منازل طے نہیں کرسکتا۔اور ساتھ ہی انسان کو اس کی حیثیت سے بھی مطلع کردیا گیا ہے کہ وہ جتنا بھی بڑا بن جائے اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کی اصلیت و ابتدا ایک لوتھڑے سے ہی ہوئی ہے۔

دنیاوی مناصب و عہدوں کے آجانے کے بعد انسان اپنے سے کمزور و ناتوں لوگوں پر سرکشی کرتاہے اور مارے غرور کے ان پر اتراتے ہوئے انسانوں کی تحقیر کا عمل کرتاہے اس سے اجتناب کے لئے باور کرادیا گیاکہ اللہ کی ذات و الاصفات ہی سب سے زیادہ معززو مکرم ہے لہذا انسان کو مغرور و مقہور بننے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔مولانا فرماتے ہیں کہ علم کے حصول کے مختلف ذرائع ہوسکتے ہیں انسانوں سے ملاقات و گفت و شنید کے نتیجہ میں بھی علم حاصل ہوتاہے ۔ مگر یہاں پر قرآن نے واضح بیان کر دیا ہے کہ علم حقیقی وہی ہے جس کی تعلیم دی جا رہی ہے وہ بذریعہ قلم یعنی لکھی ہوئی صورت میں حاصل ہو۔بدقسمتی سے آج کا انسان دنیا میں سائنسی ترقی و عروج کی وجہ سے ناتواں لوگوں پر ظلم و جور کا بازارگرم کرتے ہیں کیوں کہ وہ یہ سمجھتے ہیں جدید ٹیکنالوجی ،سائنس اور علوم کائنات کو مسخر کرچکے ہیں تو اس پر اظہار تفاخر کرنا ان کا حق ہے اسی لئے اللہ نے واضح کردیا کہ ان لوگوں کے پاس وہی علم ہے جو ہم نے سکھلایا اسے مگر وہ اس سے پہلے کچھ بھی نہ جانتا تھا۔

پہلی وحی کی روشنی میں یہ بات کھل کرسامنے آجاتی ہے کہ اسلام نے آغازاور اپنے پہلے ہی روز سے علم کی دعوت دترغیب دی۔اس طرح قرآن حکیم کی بے شمار آیات اور احادیث کے ذخیرہ میں بھی علم کے حصول کے فرض و لازم ہونے اور اس کے حصول میں مشغول و مصروف لوگوں کی منقبت بیان ہوئی ہے ۔

Downloaded From Tajassus.com

مثال کے طورپر فرمایا گیا حدیث میں کہ"علم حاصل کرو ماں کی گود سے قبر کی پاتال تک"اور"علم حاصل کرنا ہر مردوعورت پر لازم قرار دیا گیا" عالم کو عابد پر وہ فضیلت دی گئی جو نبی کو عام انسانوں کے مقابل میں حاصل ہے۔اس طرح کے متعدد اقوال و فرامین موجود ہیں جن سے علم کی اہمیت اور اس کی افادیت اور اسلام میں اس کے اہتمام کا پیغام ملتاہے۔صحابہ کرام کو نبی کریم کی اطاعت کرنا اور آپؐ کے ہرحکم پر جانثار کرنے کا پیغام دیا گیا ۔غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت کعب ابن مالکاور ان کے دوساتھیوں نے جمعہ کی نماز شہر میں اداکرنے کی نیت سے سفر جہاد میں نبی کریمؐ کی مشارکت نہیں کی تو اللہ نے مسلمانوں کوان سے مقاطعہ کرنے کا حکم نازل فرما دیا۔

اسی اہتمام کی وجہ سے صحابہ کرام باوجود تجارت و زراعت اور دنیاوی کاموں میں مشغول رہنے کے ایک لمحہ کے لئے دین کی تعلیم سے دور نہیں ہوئے جیساکہ حضرت انس بن مالک کی روایات سے معلوم ہوتاہے کہ صحابہ کرام تعلیم و تعلم کا کس قدر اہتمام کرتے تھے۔وہ فرماتے ہیںکہ"کیا میں تمہیں تمہارے ان بھائیوں کے متعلق خبر نہ دوں جن کو ہم رسول اللہ کے زمانے میں "قرائ"کے نام سے پکارتے تھے ،وہ تعداد میں ستتر تھے ،رات کو مدینہ میں اپنے استاد کے پاس جاتے اور صبح تک پڑھتے رہتے ،صبح کو ان میں سے جو طاقتور ہوتے وہ میٹھا پانی بھر کر لاتے اور مزدوری کرتے ،یا لکڑی کاٹ کر لاتے اور فروخت کرتے ،جن کو گنجائش ہوتی وہ جمع ہوکر بکری خرید لیتے،اس کو بنالیتے اور وہ رسول اللہ ؐکے حجروں کے پاس لٹکی رہتی"۔اسی طرح کا واقعہ حضرت عمر اور ان کے پڑوسی کا بھی ہے کہ وہ ایک روز کام کرتے اور دوسرے روز حلقہ تعلیم میں شامل ہوجاتے،اور جو کچھ نبی کریمؐ کے اسنان مبارک سے سناہوتااپنے ساتھی کو بھی سکھا دیتے تھے۔

اسلامی تعلیم کی اہمیت و افادیت کو بیان کرنے کے بعد ضروری معلوم ہوتاہے کہ ہم ملک پاکستان کے موجودہ تعلیمی نظام کامختصراجائزہ لیں۔تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ملک پاکستان برصغیر کا وہ عظیم خطہ ارضی ہے جس کو انگریز کی غاصبیت اور ہندوئوں کے اثر و رسوخ سے نجات حاصل کرتے ہوئے آزادی حاصل کیاگیا۔ اس امر کے متحقق ہونے کے لئے یہ صدابلند کی گئی کہ ہم مسلمانوں کے لئے آزادخطہ چاہتے ہیں اور اس کا ماٹو و نعرہ یہی ہوگا کہ "پاکستان مطلب کیا لاالٰہ الااللہ"۔مگر باعث افسوس امر یہ ہے کہ ملک پاک میں ابتداہی سے نوجوانوں

Downloaded From Tajassus.com

کی تعلیم و تربیت کو منظم و بہتر بنانے کے لئے کوئی عملی اقدام نہیں اٹھایاگیا بعض اوقات شعبہ تعلیم وتربیت میں ترمیم و بہتری کے فیصلے ہوئے مگر عملا ان کا نفاذ نہ ہوسکا۔جس کا بدیہی نتجہ یہ ظاہر ہورہاہے کہ ملک پاکستان کا نوجوان اسلامی تعلیمات اور ارض مقدس کی محبت و مودت سے پہلوتہی کرچکا ہے۔ جیساکہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری سیاسی و سماجی قیادت میں بہت سی ایسی شخصیات ہیں جن کو قرآن مجید کی مختصر سورت کی تلاوت نہیں آتی اور اس کے ساتھ ہی اسلامی تعلیمات کے مفاہیم سے کوسوں دور ہیں۔جس کے نتیجہ میں آئے روز اسلام کے ٹھوس و بین احکامات کو بدلنے اور اس میں ترمیم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہیں حدود آرڈیننس کے نام پر تو کہیں شعبہ مالیات کو بہتر بنانے کے لئے سودکی حلت یا اس میمو جود سختی کو کم کرنے کا آوازہ لگایا جاتاہے اور پھر کہیں ناموس رسالت ایکٹ پر نظرثانی کا مطالبہ سامنے آتاہے۔اس طرح کے امور کا پیش آنا یہ ثابت کرتاہے کہ ہمارے سماجی و سیاسی ہستیوں کا اسلامی تعلیمات کو کسی انسانی و بشری صلاحیتوں اور کوششوں کا ثمر سمجھاجاتاہے اور اسے وحی ربانی اور نبی کریمؐ کی تعلیمات کا صدق دل سے اعتراف و احترام نہیں سمجھتے۔جبھی تو اس میں تغیر و تبدل کانعرہ لگاتا ہے۔

پرائیویٹ وبیرونی تعلیمی اداروں میں اسلامیات کی تدریس کا سر سے انتظام ہی نہیں۔سائنسی مضامین کے اساتذہ کا تقرر مکمل قابلیت اور معیار کو چک کیا جاتا ہے اور پھر ان کی خدمت معاوضہ کی صورت میں بھی بہتر طور پر کی جاتی ہے مگر افسوس ہے کہ اسلامیات کی تدریس اور اس کا امتحان متعدد تعلیمی اداروں میں شامل نصاب ہے ہی نہیں جیسے کہ پنجاب ایجوکیشن فائونڈیشن کے منتظمین صرف سائنسی مضامین کا ہی امتحان لیتے ہیں جس کے سبب وہ سکول جو اس ادارے کے زیرانتظام ہیں وہ اپنی اسلامی و ایمانی اور قومی ذمہ داری کو نبھانے سے اجتناب کرتے ہیں ان کا مقصود صرف پیسہ ہوتاہے اور وہ سائنسی مضامین میں اعلیٰ درجہ حاصل کرنے والے طلبہ کو ہی اداکیا جاتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیںکہ ہمارے عصری تعلیمی اداروں کی ترجیحات میں نقص و خلل موجود ہے کہ وہ سائنسی و تجرباتی علوم کے میدان میں اپنی خدمات و کوششوں کو بہتر سے بہتر بناکر پیش کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں اور اس کے

Downloaded From Tajassus.com

ساتھ ہی اس کا اہتمام بھی کرتے ہیں کہ ان کے پاس اساتذہ ماہرعلم و فن ہونے چاہیں مگر غیر سائنسی علوم اور خصوصا اسلامیات ایک ایسا مضمون بن چکا ہے کہ جس کی تعلیم کے لئے کسی بھی طرح کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔اسلامیات کی تدریس کے لئے ایسے اساتذہ کا تقرر کیا جاتاہے جو صرف زبانی یا بطور حفظ اس مضمون کو یادکرکے بچوں کے سامنے ریکارڈنگ و اپنی صوت وآوازکے ساتھ منتقل کردیں مگر خوداسے اس مضمون کی حقیقت و روح کو سمجھنا اور طلبہ کو تفہیم کراناضروری نہیں سمجھا جاتا۔اسلامیات کے مضمون کی تدریس کے لئے ماہر اسلامیات یا اس شعبہ کے متخصص اساتذہ کا اہتما م اور تلاش کرنا ناپید عنقا ہے بلکہ دیگر مضامین کے اساتذہ حصول برکت یا وقت گذاری کے لئے اس کی تدریس کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔سرکاری و غیرسرکاری تعلیمی اداروں میں بچوں کو نصاب میں شامل کتاب ہی صرف یادکروائی جاتی ہے تاکہ وہ امتحان میں پاس ہوسکے مگر اس امرسے اعراض کیا جاتاہے کہ یہ ایک ایسامضمون ہے جس کا پڑھنا اور پڑھانادونوں عبادت ہے۔مگر چونکہ مادیت اور تجارت کے عنصر نے ہمیں اندھاوبہرہ کردیا ہے کہ ہم اپنی عاقبت کی فکر سے غافل ہوگئے۔اس کا نتیجہ یہ نکل رہاہے کہ یہی تعلیم یافتہ نوجوان جس کی اسلامی و اخلاقی تعلیم و تربیت میں تغافل سے کام لیا تھا جہاں پر وہ اسلام و دین کی تفہیم و تعلیم سے جاہل ہوتاہے وہیں پر وہ معاشرہ میں فتنہ و فساد کے فروغ دینے کا موجب بھی بنتاہے۔وہ نہ تو والدین کا ادب کرتاہے ،نہ ہی چھوٹوں پر شفقت،نہ ہی انسانیت کا درد ہوتاہے اس کے سینے میں ،اس کے ساتھ وہ ایک بے حس و بے حیا اور خود غرض انسان بن جاتاہے۔جس کا ظاہری ثمرکرپشن ،چورپازاری اور لوٹ مار،رشوت کی صورت میں ملتا ہے۔

تعلیمی اداروں میں اسلامیات کو بنیادی و اساسی حق دیا ہی نہیں جاتااس کی تدریس کے لیے مفت خدمات پیش کرنے والے حضرات کی جستجو کی جاتی ہے جب ایسا ہوگا تو ظاہر سی بات ہے کہ وہ استاذ اس سبق اور مادہ پر اس حیثیت سے محنت نہیں کرے گا کیوں کہ اس کو اپنی ذاتی زندگی کے گذربسر کے لیے جیب خرچ کی تو ضرورت ہوتی ہی ہے جو اسے کسی دوسرے مقام پر کام کرکے حاصل کرنا پڑتی ہے۔یا پھر سکول و کالج میں موجود یگرمضامین کے اساتذہ سے خدمات مسعار لی جاتی ہیں اور اس صورت میں بھی اساتذہ طلبہ کے مستقبل کے ساتھ کھلوار کررہے ہوتے ہیں۔یہ ہمارے معاشرے کی بدقسمتی ہے کہ سکول

Downloaded From Tajassus.com

وکالج میں اساتذہ یا تدریس کے فرائض کماحقہ ادانہیں کرتے کہ ان کی حرس و ہوس ہوتی ہے کہ بچہ ان الگ فیس اداکرکے اکیڈمی میں ان سے استفادہ کرے ۔ اسی طرح سکول وکالج کی انتظامیہ بھی طلبہ سے بھاری بھر فیسیں وصول کرلیتے ہیں مگر ان کی تعلیم و تدریس اور خصوصاً اسلامیات ،اردو،مطالعہ پاکستان جیسے مضامین کی معیاری تدریس کا انتظام نہیں کرتے اگر میں یوں کہوں کہ وہ ادارے طلبہ کے مستقبل کو تاریک بنانے میں اہم کردار اداکررہے ہوتے ہیں۔

اس سلسلہ میں مولانا ابوالحسن علی ندوی تعلیمی اداروں کی تعریف کرتے ہوئے کہاہے کہ "عہد حاضر کے ماہرین تعلیم نے اتفاق کیا ہے کہ"تعلیم کوئی ایسا تجارتی سامان نہیں ہے جو درآمد یا برآمد کیا جاسکے ،مثلاًمصنوعات ،کچامال یا وہ ایجادات و ضروریات جو کسی ملک اور علاقہ کے ساتھ مخصوص نہیں ،وہ ایسالباس ہے جو ان اقوام کے قدوقامت و جسامت کی ٹھیک ناپ کے مطابق تراشااور سیاجاتاہے اور پسندیدہ و محبوب علم و فن اور ان مقاصد کو سامنے رکھ کرتیارکیا جاتاہے جن کے لئے وہ ہر طرح کی قربانی دے سکتی ہیں،تعلیم صرف اس عقیدہ کو مضبوط کرنے کا ایک مہذب و شائستہ طریقہ ہے جس کا حامل یہ ملک یا قوم ہے ،اس کا مقصد فکری طورپر اس کو غذا دینا،اس پر اعتماد کرنا اور اگر ضرورت ہو تو علمی دلائل سے اس کو مسلح کرنا ہے،وہ اس عقیدہ کے دوام و بقاکا وسیلہ اور بے کم وکاست آنے والی نسلوں تک منتقل کرنے کا ایک طریقہ ہیت،نظام تعلیم کی بہترین تعریف یہ ہے کہ والدین اور مربیوں اور نگرانوں کی اس سعی پیہم کا نام ہے جو وہ اپنی اولاد کو اپنے دین و ملسک پر قائم رکھنے کے لئے کرتے رہتے ہیں ۔اور ان بچوں کی اسطرح تربیت کرنا کہ وہ ان کے ورثہ کے جسے انہوںنے اپنے اباو اجدادسے حاصل کیا تھا کے صالح و اہل وارث و امین ثابت ہوں،اور ان کے اندر اس ثروت میں اضافہ اور توسیع اور اس کو ترقی دینے کی پوری صلاحیت ہو۔

Downloaded From Tajassus.com